ماپلا مسلمانوں میں تعلیمی تحریک کا ارتقاء
(مالابار میں تعلیمی اداروں کا تاریخی تجزیہ)

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

مالابار کے مسلمان ماپلا کہلاتے ہیں۔ ماپلا کے کئی معانی ہیں مگر معروف معنی یہ ہیں کہ ماپلا دولھا کو کہتے ہیں۔ ان مسلمانوں نے یہاں آکر شادیاں کیں لہذا ماپلا کہلائے، مگر جنوبی کیرالا میں کرسچین ماپلا بھی موجود ہیں۔ موجودہ دور میں ماپلا مسلمانوں کا شمار پچھڑی ذاتوں میں ہوتا ہے اور حکومت کی طرف سے ان کو رعایتیں بھی ملی ہوئی ہیں۔

مالابار کے علاقہ میں مسلمانوں کی تاریخ وتہذیب اپنے امتیازات وخصائص کے باعث معروف ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ شمالی ہند کے مسلمانوں نے اپنی فکری عظمت کے دھارے ایران وترکستان سے ملائے ہیں اور ان کے تہذیبی رجحانات سے اپنی تہذیب کی آبیاری کی ہے، مگر مالابار کا اسلامی کلچر خالص عرب تہذیب وتمدن سے متاثر ہے اور عربی کے اثرات ان کی زبان، تہذیب وتمدن اور ثقافت میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ عربی و اسلامیات کی تعلیم یہاں عام ہے۔ یہ خصوصیت صرف مالابار کی ہے کہ طالب علم پرائمری اسکول میں پہلی کلاس سے عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور پورے دس برس ہر مسلم طالب علم عربی پڑھتا ہے۔ یہاں مالابار میں مسلمانوں کی اسلامی تعلیم کا ایک تاریخی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

قدامت پسند علماء جدید تعلیم کے مخالف تھے یہ مخالفت درحقیقت حکومت برطانیہ سے نفرت، انگریزوں کی دشمنی اور جدید تعلیم یافتہ افراد کی بے دینی کے باعث تھی۔ خود شمالی ہند میں جو تحریک مقاطعہ علماء نے چلائی اور سرسید نے مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف راغب

کیا، بالکل یہی کیفیت ملک کے جنوب مغرب میں بھی پیدا ہوئی۔ مالا بار کے علماء نے جدید تعلیم کا مقاطعہ کیا، صرف مدرسہ کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم کی اجازت دی، باقی مسلمانوں کو جدید سرکاری اسکولوں میں بچوں کو بھیجنے سے قطعی طور پر منع کر دیا۔ مولوی صاحب سبق پڑھتے اور لڑکے اس کو دھراتے۔ جن مسجدوں میں درس رائج تھا اور آج بھی رائج ہے اس میں دراصل درس نظامی کی تعلیم ہوتی ہے۔ درس نظامی باوجود اپنی کوتاہیوں کے منطق و فلسفہ اور عربی زبان کی حقیقی استعداد پیدا کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ کتنے جوہر قابل اس درس کو پڑھ کر کارزار حیات میں آئے اور علم و فضل کے جوہر لٹائے۔ درس کا طریقہ جو مساجد میں رائج ہے باوجود کوتاہیوں کے طلبہ کے اندر استعداد پیدا کر دیتا ہے۔ آج بھی شوافع علماء اور مصلیان، درس کے ذریعہ مساجد میں بڑی تعداد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جدید تعلیم کے مقاطعہ کے باعث مسلمان پس ماندہ رہ گئے۔ ان قدامت پسند علماء نے انگریزی کو جہنم کی زبان اور ملیالم کو ہندوؤں کی زبان قرار دیا۔ برطانوی حکومت نے سوچا کہ اگر ماپلا لوگوں کو جدید تعلیم دی جائے تو ان کے اندر جو بغاوت کا جذبہ ہے وہ شاید کم ہو جائے۔ ملایالم اور حساب کو مذہبی تعلیم کے ساتھ نصاب میں شامل کیا گیا۔ مولوی صاحبان کو اور خود طالب علموں کو بھی سرکاری امداد دی گئی۔ ہر پاس ہونے والے طالب علم کے لیے وظیفہ مقرر کیا گیا۔ محمڈن انسپکٹرس مقرر کیے گئے۔ ۱۸۸۶ء سے صوبائی حکومت نے ان گرانٹس کو تقسیم کرنا شروع کیا اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ذریعہ یہ کام کیا گیا کہ کم از کم دس ہزار روپے عطا کیے گئے۔ اس اسکیم کو کچھ کامیابی ضرور ہوئی۔ ۱۸۹۴ء میں ارناڈ (Aranad) اور ولوناڈ (Valvannad) کے ماپلا پس ماندہ قوموں میں شامل کر لیے گئے اور وہ اسپیشل گرانٹس کے مستحق ہو گئے۔ ماپلا طلبہ کے لیے خاص طور سے اسکول کھولے گئے۔ پرائیوٹ بھی اور سرکاری بھی۔ ۱۹۲۶ء میں ایجوکیشن آفیسر خاص طور سے ماپلا طلبہ کے لیے مقرر ہوا اور ۱۹۲۹ء میں ملّا ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیے گئے۔ انھوں نے ارناڈ اور پنانی (Punnani) میں کام شروع کیا۔

۱۹۲۱ء کی بغاوت کے بعد ماپلا کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس نے مذہبی تعلیم

کے لیے ریڈریں تیار کیں۔ پرائیوٹ لکھنے والوں کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی۔ الغرض جبری پرائمری اسکول کی تعلیم کا رواج ڈالا گیا۔ کالی کٹ، ٹلیچری (Tellichery) اور کوچین کی میونسپلٹیوں میں اراناڈ اور پنانی میں بھی جبری تعلیم کا نفاذ ہوا۔ اسکول کے لیے بڑی تعداد میں اساتذہ درکار تھے۔ ۱۹۳۶ء میں مُلاّ پورم (Malappuram) میں مسلم ہائی اسکول گورنمنٹ نے قائم کیا۔ ۱۹۴۰ء میں حکومت نے تحصیل تیرور (Tirur) میں ایک مسلم ہائی اسکول لڑکیوں کے لیے شروع کیا۔ اس طرح ماپلا تعلیم کا آغاز ہوا۔ وہ ترقی کی راہ طے کرتی رہی۔ اگرچہ ترقی کی رفتار دھیمی تھی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے اس امر کی وضاحت ہوگی۔

سال	ادارہ کا نام	اسکولوں کی تعداد		طلبہ کی تعداد		کل طلبہ
		لڑکے	لڑکیاں	لڑکے	لڑکیاں	
۱۹۰۸ء	–	–	–	–	–	۱۶۰۰۰
۱۹۲۱ء	آرٹس کالج	–	–	۵۳۴	۷	۵۴۱
۱۹۲۱ء	ٹیکنیکل کالج	–	–	–	–	–
۱۹۲۱ء	سیکنڈری کالج	–	–	۵۹۲۷	۷۲۱	۶۶۴۸
۱۹۲۱ء	پرائمری اسکول	۲۶۹۱	۳۲۱	۱۶۳۷۲۳	۵۶۱۶۸	۲۱۹۸۹۱
۱۹۳۱ء	آرٹس کالج	–	–	۶۶۹	۲۸	۶۹۷
	ٹیکنیکل کالج		–	–	–	–
۱۹۳۱ء	سیکنڈری اسکول	۵۰		۱۰۰۱۵	۱۲۴۶	۱۱۲۶۱
۱۹۳۱ء	پرائمری اسکول	۳۴۲۱	۷۰۳	۲۱۲۶۲۶	۷۹۳۸۳	۲۹۲۰۰۹

حکومت نے کینانور میں ۱۹۳۱ء میں ماپلا اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے ایک ایسا اسکول کھولا جس میں مذہب کی تعلیم اور ٹریننگ دی جاتی تھی۔

معونۃ الاسلام سبھا

معونۃ الاسلام سبھا کا قیام ۱۹۰۰ء میں پنّانی میں ہوا۔ پی، ایم، پوکویا تھنگل

(Pukkoya Tangal) نے ۸/ستمبر ۱۹۰۰ء کو ایک ہزار نمائندوں کو بلایا جو مالابار کے مختلف علاقوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ ان سب نے مل کر طے کیا کہ ایک سبھا پنانی میں قائم کی جائے۔ ۱۹۰۸ء میں کمیٹی ایکٹ کے تحت یہ سبھا رجسٹرڈ کرائی گئی۔ خاص مقصد اس مجلس کا نئے اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ ۳۰ سے ایک ہزار تک ہر سال غیر مسلم یہاں اسلام قبول کرتے ہیں۔ انھیں دو ماہ قیام، طعام اور لباس مفت فراہم کیے جاتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کوئی پڑھنا چاہتا ہے تو یہ سہولت ۶ ماہ تک دی جاتی ہے۔ اس سبھا کا اصل کام ہائی اسکول تک عربی زبان کے ایک تعلیمی ادارہ کا قیام ہے۔

اس سبھا نے ایک یتیم خانہ، کئی اسکول، بنکاری کا اسکول اور عربی دار العلوم کھولا ہے۔ جب کہ اس کی شاخیں پورے کیرالا میں ہیں جو مذہبی مسائل میں استفتاء اور افتاء کا کام کرتی ہیں۔ فنڈ کے لیے اس کے پاس اوقاف ہیں۔ چندہ بھی لیا جاتا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں معونۃ الاسلام سبھا نے ایک پرائمری اسکول کھولا جسے ۱۹۴۸ء میں ہائی اسکول بنا دیا گیا۔ اس میں ہندو مسلم سب طالب علم پڑھتے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں ۲۲۸ طلبہ تھے، جن میں ۸۱ غیر مسلم اور ۱ اہریجن تھے۔ ۱۹۸۳ء میں طلبہ کی تعداد ۱۲۰۰ ہوگئی جن میں ۵۰ فی صد طلبہ غیر مسلم تھے۔

حمایت الاسلام سبھا

حمایت الاسلام سبھا ۱۸۹۱ء میں کالی کٹ میں شروع ہوئی۔ اس کے مؤسس خان بہادر مٹو کایا تھنگل (Muttu Koya tangal) ہیں۔ اس سبھا کا خاص مقصد ماپلا مسلمانوں میں تعلیم کا فروغ تھا۔ ۱۹۰۸ء میں اس نے ایک کمیٹی ممتاز مسلمان زُعماء کی قائم کی ہے، تاکہ وہ کالی کٹ میں ایک اسکول قائم کرے۔ حمایت الاسلام پرائمری اسکول ۱۹۱۲ء میں قائم کیا گیا۔ ابتدا میں ۱۲ طلبہ تھے۔ پھر ۱۹۱۹ء میں مڈل اسکول بنا، ۱۹۲۲ء میں ہائی اسکول بنا دیا گیا۔ پی پی ایچی صاحب نے ۱۰ ہزار روپے عطا کیے اور اسکول کی دو منزلہ بلڈنگ کھڑی ہوگئی۔ اسکول چندہ سے چلایا گیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں لڑکیوں کو بھی اسکول میں داخلہ ملنے لگا۔ ۱۹۲۷ء میں طلبہ کی تعداد ۶۰۰ ہوگئی۔

حمایت الاسلام ہائی اسکول میں مذہبی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور قریب کی مسجد میں طلبہ کو نماز کی سہولت بھی میسر تھی۔ ۱۹۲۱ء کی بغاوت کے باعث بہت سے یتامیٰ اس میں داخل ہوئے۔ تعلیم مفت تھی۔ عربی زبان تمام مسلمان بچوں کو پڑھائی جاتی تھی اور اب بھی پڑھائی جاتی ہے۔

انصار الاسلام فی تعلیم الانام

(The Mohammadon Education Association)

۱۹۱۸ء میں ایک تعلیمی سوسائٹی 'انصار الاسلام فی تعلیم الانام' کے نام سے کالی کٹ میں رجسٹرڈ کرائی گئی۔ اس سوسائٹی کے مقاصد تین تھے۔

۱۔ مسلمان نوجوانوں کو مذہبی اور انگریزی دونوں طرزِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔

۲۔ عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانیں پڑھائی جائیں۔

۳۔ کالی کٹ میں ایک ہائی اسکول بنایا جائے ''المدرسۃ المحمدیہ''

اُن مقاصد کے تحت ایک ہائی اسکول کے کے کنج احمد کویا حاجی، کے محمد کٹی حاجی اور وی علی برامی نے مل کر ایک لاکھ روپے ۱۹۱۸ء میں عطا کیے۔ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جسٹس عبدالرحمٰن آف مدراس ہائی کورٹ نے کالی کٹ تشریف لا کر مدرسہ کا افتتاح کیا اور اتنی مؤثر صدارتی تقریر کی کہ ۳۰ ہزار روپے لوگوں نے جلسۂ افتتاح میں ہدیہ کے طور پر اسکول کی نذر کیے۔ دو اساتذہ اور ۹ لڑکوں سے مدرسۂ محمدیہ شروع ہوا۔ غریب مسلمان اپنے بچے اسکول نہیں بھیجتے تھے۔ علماء کا قدامت پسند طبقہ بھی مخالفت کر رہا تھا۔ بہر حال اس اسکول میں دس برس بعد طلبہ کی تعداد ۴۳۰ ہوگئی اور ۱۷ اساتذہ کام کرنے لگے۔ ۱۹۴۴ء سے لڑکیوں کو بھی اسکول میں داخلہ دیا گیا۔

اس اسکول کی اہمیت یہ ہے کہ اس دور میں ''ماپلا'' اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم کی طرف نہیں بھیجتے تھے۔ اس مقاطعہ کے باعث ماپلا جماعت میں جہالت تھی، اس اسکول کے فیض سے ماپلا میں تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ پیدا ہوا۔

جمعیۃ الدعوۃ وتبلیغ الاسلام (J. D. T. Islam Sabha)

جے۔ڈی۔ٹی۔اسلام سبھا ۱۹۲۱ء میں قائم کی گئی۔اس کے قیام کا خاص مقصد یہ تھا کہ وہ یتامیٰ جو بڑی تعداد میں مالابار بغاوت میں اپنے سر پرستوں کے شہید ہو جانے کے باعث پریشان حال تھے ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔اس سبھا نے پہلے شہداء کی اولاد کی دیکھ بھال کی۔ان کے لیے کھانے پینے اور دوسری ضروریات مہیا کیں، پھر ان کے بچوں کو جمع کر کے ایک نیا یتیم خانہ جمعیۃ الدعوۃ وتبلیغ الاسلام کے نام سے قائم کیا۔ یہ عظیم کارنامہ پنجاب کے قصوری خاندان کا ہے۔مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا عبدالقادر قصوری اور مولانا محمد علی نے یہ یتیم خانہ قائم کیا۔ ۱۹۲۱ء کے یتامیٰ کی یہ پناہ گاہ بن گیا۔ ۱۹۲۴ء کے سیلاب کے بعد یہاں یتامیٰ بڑی تعداد میں داخل ہوئے۔ پھر ۱۹۳۴ء میں کالرا نے اور ۱۹۵۱ء میں چیچک نے بہت سے بچوں کو یتیم بنا دیا تھا وہ سب یہاں آئے۔اس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔اس یتیم خانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مقیم طلبہ کو ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے ان کو مختلف پیشے سکھائے جاتے ہیں، تا کہ وہ اپنی روزی کما سکیں۔ اس میں ایک ہائی اسکول ہے۔ اس میں ہندو مسلم اور عیسائی سب کو داخل کیا جاتا ہے، مگر مسلمان زیادہ ہیں۔ جو ادارے اس اسلام سبھا سے ملحق ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ یتیم خانہ: اس میں ۱۲۸۲ طلبہ اور طالبات ہیں جو یتامیٰ ہیں۔ اردو ہندی اور عربی تعلیم بھی ان کو دی جاتی ہے۔

۲۔ پرائمری اسکول میں ۶۲۵ طلبہ ہیں اور ہائی اسکول میں ۱۶۵۰۔

۳۔ انڈسٹریل ٹریننگ سینٹر: نو (۹) پیشوں میں یہ سینٹر تعلیم دیتا ہے اور حکومت سے تسلیم شدہ (Registered) ہے۔

۴۔ ٹیکنیکل اسکول: اس میں کمپوزنگ اور پرنٹنگ کی تعلیم ہوتی ہے۔ فنِ طباعت و پریس کا کام سکھایا جاتا ہے۔

۵۔ کرافٹ ٹریننگ: اس میں ولڈنگ (Welding) لوہاری، زراعت، ڈیری اور دوسرے پیشے سکھائے جاتے ہیں۔

۶۔ انڈسٹری: بنکاری، نجکاری اور دوسرے فنون سکھائے جاتے ہیں۔

اسلام سبھا ایک عربک کالج بھی چلاتا ہے جس میں اسلام کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔اس کے پاس ایک عمدہ لائبریری بھی ہے۔ مرکزی حکومت اور کیرالا حکومت سے اس کو گرانٹ ملتی ہے۔ اس نے اب تک ۱۰ ہزار یتامیٰ کو تعلیم دی ہے اور میدان عمل میں بھیجا ہے۔ بہت سے طلبہ ڈاکٹر، انجینئر اور دوسرے عہدوں کے اہل بن گئے ہیں۔

کیرالا مسلم یکتا سنگم (Kerala Muslim Ekta Sangam)

کیرالا کے مسلمانوں میں جب تعلیم کا رواج نہ تھا، اس وقت یہ جماعت وجود میں آئی۔ ایکتا سنگم نے سب سے پہلے تو یہ کوشش کی کہ مسلمانوں میں آپس میں جو دو گروہ ہو گئے تھے ان میں صلح کرائے۔ اس سنگم کی بنیاد کوڈنگالور (Kodangalur) میں ۱۹۲۲ء میں پڑی۔ کوڈنگالور کی اہمیت یہ ہے کہ یہاں پہلے ایم بڑا راجا تھا جس کا یہ پایہ تخت رہ چکا ہے۔ یہاں کے مسلمان مالی طور پر اچھے حال میں تھے اور یہ علاقہ ریاست کوچین کا حصہ تھا۔ مگر مسلمان یہاں دو گروہوں میں منقسم تھے اور ان میں باہم رقابت تھی۔ اِن حالات میں چند صاحبِ غیرت و صاحبِ شعور مسلمانوں نے اری یاڈ (Eriyad) کے مقام پر ایک میٹنگ بلائی، تاکہ مسلمانوں میں صلح کرادیں، پھر اس کے بعد اصلاحِ امت کا کام انجام دیں۔ اس جلسہ میں کے، ایم، سیدتھی (K. M. Seethi) کے ایم، مولوی شریک ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۹۲۲ء کا ہے۔ ۱۱ ممبروں پر مشتمل ایک جماعت کی تشکیل ہوئی۔ جلد ہی اس کی ممبر شپ بڑھ گئی اور اس کی شاخیں دوسرے علاقوں میں پھیل گئیں۔ پہلے اس جمعیت کا نام تھا ''غیر جانب دار سنگم'' (Nishpaksha Sangam) مگر آخر میں اس کا نام بدل کر کیرالا مسلم ایکتا سنگم رکھ دیا گیا۔ یہ پہلی جماعت ہے جو کیرالا کے پورے مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے بنائی گئی۔ اس جماعت کے مخالفین نے اسے بدنام کرنے کی تمام کوششیں

کرڈالیں ،مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔اس سنگم کی پہلی میٹنگ اری یاڈ (ERIYAD) میں ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوئی ،جس میں شرکاء بڑی تعداد میں دور دور سے آئے۔اس جلسہ کی صدارت وے،کوم،عبدالقادر مولوی نے کی۔اس اجلاس میں اس زمین کے بارے میں بھی بحث ہوئی جو حکومت نے مسلمانوں کو عربک کالج بنانے کے لیے دی تھی۔گورنمنٹ آف ٹراونکور نے ۱۷/ ایکڑ زمین دی تھی، اس شرط پر کہ ۱۰ ہزار روپیہ ڈیپازٹ کیے جائیں۔سنگم نے رقم جمع کر کے گورنمنٹ کو دے دی،مگر بہر حال کالج نہ بن سکا۔

اس کانفرنس میں بدعات اور غلط رسوم کے خلاف بھی تجویزیں پاس ہوئیں جس کی وجہ سے اہلِ بدعت اس کے مخالف بن گئے۔پھر بھی جو جذبۂ اصلاح ان اہلِ حق کے دلوں میں موجود تھا اس کے باعث یہ لوگ آگے بڑھے،انھوں نے ٹراونکور (Travancor) اور کوچین میں اس سنگم کی شاخیں کھولیں۔انھوں نے دو رسالے جاری کیے۔مسلم ایکیم (Muslim Aikyam) ملایالم میں اور 'الارشاد' عربی میں۔ دوسری کانفرنس اس سنگم کی الوائی (Alwai) میں ۱۹۲۴ء میں منعقد ہوئی۔جس کا مقصد دقیانوسی علماء کی اس جمعیت کے متعلق غلط فہمی دور کرنا تھا۔اس کانفرنس کی صدارت باقیات الصالحات کے پرنسپل مولانا عبدالجبار نے فرمائی۔مسلم ایکتا سنگم کی تیسری کانفرنس کالی کٹ میں ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوئی۔اس کی صدارت خان بہادر محمد شمناڈ (Shamnad) نے کی۔ یہاں یہ دل چسپ واقعہ پیش آیا کہ جو علماء مخالفت کے لیے آئے تھے وہ بحث ومباحثہ کے بعد اس سنگم کے موافق بن گئے اور اس کے قائل ہو گئے۔اس سنگم کی چوتھی کانفرنس ٹلیچری میں ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوئی جس کی صدارت محمد مارماڈیوک پکتھال (Mohd. Mormaduke Pikthal) نے کی۔اس کانفرنس میں مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق غور خوض کیا گیا اور کئی تجاویز پاس کی گئیں۔پانچویں کانفرنس کینانور میں ۱۹۲۷ء میں منعقد ہوئی۔اس کی صدارت پنجاب کے مشہور قصوری خاندان کے مولانا محمد علی قصوری نے فرمائی۔اسی خاندان نے مشہور یتیم خانہ ۱۹۲۱ء کی بغاوت کے بعد قائم کیا،تاکہ مسلم یتامیٰ کی تعلیم و تربیت ہو سکے۔چھٹی کانفرنس ڈاکٹر عبدالحق کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر صاحب مدراس پبلک سروس

کمیشن کے ممبر تھے۔ ساتویں کانفرنس ۱۹۲۹ء میں ارناکولم (Arnakulam) میں منعقد ہوئی۔ آٹھویں کانفرنس ٹریونڈرم (Trivandrum) میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ نواں اجلاس ملاپورم میں ۱۹۳۱ء میں منعقد ہوا۔ دسواں اجلاس کاسرگوڈ (kasargod) میں ۱۹۳۲ء میں ہوا۔ گیارہواں اجلاس اری یاڈ میں ۱۹۳۳ء میں منعقد ہوا۔ ان مجالس کا اصل نفع یہ پہونچا کہ مسلمانوں کو جمع کرنے اوران کے اجتماعی اور تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لیے اس سنگم نے ایک پلیٹ فارم مہیا کردیا۔ اس نے دقیانوسی علما اوران کے جاہل حامیوں کی پروا کیے بغیر جدید تعلیم کے لیے کوشش کی۔ عربی مدرسے بھی کھولے اور جدید کالج بھی۔ اس سنگم نے اپنے بارہویں اجلاس میں اپنی جائدادیں فاروق کالج کالی کٹ کو عطا کردیں اور بدعات سے مسلمانوں کو منع کیا۔

تری رنگاڑی یتیم خانہ

۱۹۴۳ء میں مالابار کے علاقہ میں کالرا پھیلا اور ہزاروں انسان اس کا شکار ہوگئے۔ چوں کہ یہ علاقہ مسلم آبادی کا ہے۔ لہٰذا مسلمان یتیم لڑکے اورلڑکیاں کثرت سے نظر آنے لگے۔ ان کی تعلیم وتربیت کے لیے اے، کے مولوی، ایم کے حاجی اور کے ایم مولوی نے مشورہ کرکے ایک یتیم خانہ تری رنگاڑی (Trirangadi) میں کھولا۔ اس کا افتتاح ۱۱رڈسمبر ۱۹۴۳ء کو ہوا۔ اس میں ۱۱۴ طلبہ کو داخل کیا گیا جو یتیم تھے۔ اس کا الحاق جے ڈی ٹی، اسلام سبھا سے کردیا گیا، مگر بعد میں یہ تعلق ختم ہوگیا اور یتیم خانہ آزاد ادارہ کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔

یہ ادارہ جو بغیر کسی جائداد، وقف اور فنڈ کے شروع کیا گیا تھا وہ اس کے بانیوں کی نیت کے خلوص کی برکت سے دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہا، حتی کہ ۱۹۸۱ء میں یتامیٰ کی تعداد ۱۰۴۱ تک پہونچ گئی۔ جن میں ۶۶۴ لڑکے اور ۳۷۸ لڑکیاں تھیں۔ ۱۸؍اسٹاف ممبر ان کی دیکھ بھال میں مشغول ہیں۔ ان یتیموں کو مفت کھانا، کپڑا، علاج اور تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ سالانہ خرچ اس یتیم خانہ کا ۴ لاکھ ہے۔ کیرالا کے تعلیمی اور رفاہی اداروں میں

تری رنگاڑی یتیم خانہ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔

یتیم خانہ کے بانیوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ یتیموں کو جدید تعلیم دی جائے گی۔ انھوں نے سیکولر تعلیمی ادارے کھولے، مگر دینی تعلیم کا پورا انتظام الگ سے کیا۔ یہاں تک کہ ایک عربی کالج ان طلبہ کے لیے کھول دیا جو عربی پڑھنا اور اسلامیات میں تبحر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر یتیم خانہ کے کیمپس میں مندرجہ ذیل تعلیمی ادارے یتیموں کے لیے کھولے گئے، مگر غیر یتامیٰ بھی ان میں داخلہ لیتے اور پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ غیر مسلم بھی ان میں آتے ہیں اور ان کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔

۱- مدرسۃ نور الاسلام

اس میں طلبہ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ یہ حکومت سے تسلیم شدہ نہیں ہے۔ اسے محض طلبہ کی اسلامی تربیت کے لیے کھولا گیا ہے۔

۲- اورینٹل ہائی اسکول

۲۲ر جولائی ۱۹۵۵ء کو یہ ہائی اسکول کھولا گیا۔ عربی زبان اس میں سب کے لیے لازمی قرار دی گئی۔ جو طالب علم اس میں داخلہ لے گا اس کو عربی ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھنی پڑے گی۔ چوں کہ پورے دس برس طلبہ کو اس میں عربی پڑھائی جاتی ہے، اس بنا پر اس کی استعداد بہت پختہ ہو جاتی ہے۔ ۱۹۸۱ء تک اس میں طلبہ کی تعداد ۷۶۶ ہوگئی اور ۳۶ اساتذہ کام میں مشغول ہیں۔

۳- پوکر صاحب میموریل کالج

اسی کیمپس سے ملحق کالج کیمپس ہے جو دراصل انھیں یتیموں کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس میں آرٹس، سائنس، کامرس اور دوسرے مضامین کی تعلیم ہوتی ہے۔ غیر یتامیٰ کی کثرت ہے، مگر یتامیٰ کو اس میں داخلہ ملتا ہے اور ہزاروں یتیم استاذ، انجینئر اور ڈاکٹر بن کر زندگی کے مختلف میدانوں میں سرگرم عمل ہے۔ اس میں عربی کا شعبہ بھی ہے اور

اسلامی تاریخ کا شعبہ بھی علیحٰدہ کام کررہا ہے۔ یہ ایک نیک نام اور عمدہ مسلم کالج ہے۔ اس کی اپنی خوبصوت بلڈنگ ہے۔

۴-عربک کالج

یتیم خانہ کے کیمپس میں ایک عربی کالج قائم ہے۔ اس میں جو طلبہ عربی پڑھنا چاہتے ہیں ان کو داخلہ دیا جاتا ہے، یہ تسلیم شدہ نہیں ہے۔ بلکہ عام مدارس کی طرح ایک مدرسہ ہے۔ اس میں طلبہ محدود تعداد میں داخل ہوتے ہیں اور اساتذہ بس ایک یا دو ہی ہیں۔ یہ کالج صرف یتامیٰ کے لیے ہے۔

انجمنِ روضۃ العلوم

ادارہ روضۃ العلوم (Association) نے کئی تعلیمی ادارے کھولے۔ یہ انجمن مولانا ابوالصباح نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے قائم کی تھی۔ اس نے کالی کٹ میں دریائے چالیار کے کنارے ایک وسیع وخوش نما قطعۂ آراضی خرید کر اس میں بہت سے تعلیمی ادارے ایک ہی کیمپس میں قائم کردیے۔ انھوں نے یہ ادارے اس علاقہ میں بنائے جو فاروق (Feroke) کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سلطان ٹیپو نے اپنا گورنر یہاں مقرر کیا تھا جس کا نام فاروق تھا۔ اس کی مناسبت سے وہ قلعہ اور پورا علاقہ فاروق کہلاتا ہے۔ قلعہ تو مسمار ہوگیا، مگر علاقہ کا نام آج فاروق ہے۔ اس تاریخی مناسبت سے اس آرٹس اور سائنس کالج کا نام بھی فاروق رکھا گیا جو انجمن روضۃ العلوم نے مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے قائم کیا۔

مولانا ابوالصباح نے الازہر یونیورسٹی مصر سے ڈگری حاصل کی اور لوٹ کر اپنے گاؤں اناکایم (Anakkayam) میں زندگی گزارنے لگے جو منجیری (Manjeri) کے قریب ہے۔ انھوں نے پہلے فقہ کی تعلیم کچھ منتخب طلبہ کو دینی شروع کی۔ ان کے تعلیم یافتہ چار طالب علم افضل العلماء مدراس یونیورسٹی کے امتحان میں بیٹھے۔ چاروں طالب علم ۱۹۴۴ء

کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اب مولانا ابوالصباح نے اپنا ادارہ منیجری شہر میں منتقل کر دیا۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں مدراس یونیورسٹی نے روضۃ العلوم کالج کو تسلیم کیا۔ یہ مالابار کا پہلا عربی کالج ہے جس کو مدراس یونیورسٹی نے تسلیم کیا ہے۔ مولانا ابوالصباح ازہری کالج کو کسی وسیع جگہ منتقل کرنا چاہتے تھے، چناں چہ حاجی عبدالقادر ساکن چاؤ کاڈ (Chovakkad) نے کالج کی تعمیر کے لیے دس ہزار روپے عطا کیے۔ حاجی عبداللہ کٹی پلائل (Puliyal) نے ایک وسیع قطعۂ اراضی روضۃ العلوم عربک کالج کو عطا کر دیا اور یہ کالج اس میں منتقل ہو گیا۔

مولانا ابوالصباح ازہری نے یہ تجویز رکھی کہ اس کیمپس میں ایک علوم عصریہ کا کالج کھولا جائے۔ چناں چہ فاروق کالج کے نام سے اس کی بنیاد رکھی گئی اور ستمبر ۱۹۴۷ء میں مدراس یونیورسٹی کو اس کالج کے الحاق کے لیے درخواست دی گئی۔ مدراس یونیورسٹی نے جو کمیشن بھیجا اس نے عمدہ رپورٹ دی اور فاروق کالج فرسٹ گریڈ کالج کی حیثیت سے ۱۲/اگست ۱۹۴۸ء سے ظہور میں آ گیا۔ اس وقت ۴ طلبہ بی اے میں اور ۲۸ طلبہ انٹر میڈیٹ میں تھے۔ جب کالج کی بلڈنگ تیار ہو گئی تو چنگم (Chungam) سے یہ کالج منتقل ہو کر اپنے اصل مستقر فاروق کیمپس پہنچ گیا۔ رفتہ رفتہ فاروق کالج نے بڑی ترقی کی۔ اس میں ایم اے اور ایم ایس سی کی تعلیم بھی شروع کر دی گئی۔ کالی کٹ یونیورسٹی سے ملحق کالجوں میں یہ ایک ممتاز اور بڑا کالج ہے جہاں عمدہ تعلیم کا انتظام ہے۔ کالج میں بہت سے ہوسٹل طلبہ کے لیے بنائے گئے۔ مگر لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ہوسٹل نہیں بنایا گیا۔ ۱۹۵۵ء سے لڑکیوں کو بھی اس کالج میں داخل کیا گیا۔ پہلے صرف ایک طالبہ داخل ہوئی، مگر ۱۹۶۳ء میں لڑکیوں کی تعداد ۲۲۷ ہو گئی۔ کالج کی ایک خصوصیت اس کی عمدہ لائبریری بھی ہے جس میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔

اس کالج کی خوبی یہ ہے کہ پہلے شاندار راجا گیٹ ہے۔ پھر فاروق کالج کی سہ منزلہ شاندار بلڈنگ ہے۔ کئی بورڈنگ ہاؤس میں کھیل کا میدان ہے۔ اس کے بعد نشیبی حصہ میں پہلے مسجد ہے، پھر روضۃ العلوم عربک کالج کی عمارتیں ہیں۔

روضۃ العلوم عربک کالج سے ملحق فاروق ہائی اسکول اور اس کی عمارتیں ہیں۔ اس

کے بعد آخری حصہ میں فاروق یتیم خانہ اور اس کا عمدہ ہوسٹل ہے، جہاں یتامیٰ رہتے ہیں۔

فاروق کالج کے گیٹ سے ملحق ایک بڑی عمدہ عمارت ہے۔ یہ ہے فاروق ٹریننگ کالج۔ اس کالج کی اپنی تعلیمی عمارت اور اس کا ہوسٹل ہے۔ اس کا اپنا کیمپس ہے، اسی طرح فاروق کالج، روضۃ العلوم عربک کالج، فاروق ہائی اسکول، فاروق ٹریننگ کالج اور فاروق یتیم خانہ سب ہی کیمپس کے اندر ہیں اور ایک چھوٹی سی یونیورسٹی کا منظر پیش کرتے ہیں۔

فاروق کالج میں دو ہزار سے زائد طلبہ ہیں اور اکثریت مسلمان طلبہ کی ہے۔ لیکن اگر تمام اداروں کے طلبہ کا شمار کیا جائے تو تعداد کئی ہزار ہو جائے گی۔ فاروق کالج کا اپنا اسٹیڈیم ہے۔ وسیع کھیل کا میدان ہے۔ اساتذہ کے لیے کوارٹر ہیں۔ جتنے ادارے ہیں سب کے اپنے اپنے ہوسٹل ہیں۔ فاروق کالج کے تو بہت سے ہوسٹل ہیں۔ ان کے نام بھی مسلمان زعماء کے نام پر رکھے گئے ہیں جیسے اقبال ہوسٹل، سرسید ہوسٹل وغیرہ۔ فاروق کالج کا انڈور اسٹیڈیم بھی ہے۔ فاروق کالج کا انگلش میں ریسرچ سینٹر ہے جہاں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے طلبہ داخل ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ کالج اس علاقہ میں مسلمانوں کی تعلیم میں ایک بنیادی رول ادا کر رہا ہے مگر اس کے دروازے غیر مسلموں کے لیے بھی کھلے ہیں۔

مذہب کا اسلامی تصور

(مولانا سلطان احمد اصلاحی)

اس کتاب میں معاملاتِ دنیا سے مذہب کی بے دخلی کے تصور کو اس کے خاص تاریخی تناظر میں دکھایا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ چرچ کے ناقابلِ بیان مظالم کے نتیجے میں یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی اور مسیحیت سے بے زاری کے ساتھ خود مذہب سے بے زاری پیدا ہوگئی تھی۔ دوسرے باب میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلام کے مطلوبہ تصورِ مذہب کو پورے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آفسیٹ کی عمدہ طباعت، صفحات: ۱۹۱ قیمت =/۱۰۰ روپئے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵